خلیج از خالد فتح محمد: تحقیقی و تنقیدی تجزیہ

Khaleej By Khalid Fateh Muhammad: Research And Critical Analysis

عظمت شہزاد
پی ایچ ڈی سکالر، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور
ڈاکٹر غنچہ بیگم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

Abstract:

Khalid Fateh Muhammad is a well-known fiction writer, novelist and translator of current era. Eleven novels and seven Short story books of Khalid Fateh Muhammad has been published till now. He has earned a lot of fame. Khaleej is one of his best novels that is written in the context of fall of Dhaka. It is historic novel in which the writer has portrayed the reasons, background story and insidious activities of "Mukti Bahni". Furthermore, he has unbiasedly presented efforts to crush the tricks and conspiracies of rebellions by Pak Army and the reactions of the natives. Following article describes the critical and research analysis of Khaleej. Style, Plot and characters of the novel are analyzed thoughtfully and artistically.

کلیدی الفاظ: خالد فتح محمد، اردو ناول، خلیج، سقوط ڈھاکہ، مکتی باہنی، تحریک بنگال

خالد فتح محمد جدید عہد کے نامور ادیب ہیں۔ وہ پاک فوج کے لیے پیشہ ورانہ خدمات سرانجام دیتے رہے اور اب ادبی محاذ پر سرگرم ہیں۔ نثری تخلیقی ادب میں ناول اور افسانہ ان کی دلچسپیوں کا مرکز ہیں۔ ان کا ناول خاص طور پر سماجی مشاہدے کے انتہائی عمیق تجزیوں پر مبنی ہے۔ انسانی حیات اور اس سے وابستہ مسائل، تحفظات، ادراکات اور تشویشات ان کے تمام ناولوں میں زندگی کے معروضی تجزیے کے بعد لازمی امر کے طور پر پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور کہانی کو دلچسپ اور معنی خیز بنا دیتے ہیں۔ کہانی کی بنت، واقعات کی ترتیب و تفصیل اور کرداروں کی پیشکش میں وہ کسی مشکل پسندی، ابہام یا تجرید کی بجائے سادہ بیانیے کو معنی خیز سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا قاری ذہنی کوفت سے بچ جاتا ہے اور کہانی کی روانی میں کوئی خلل بھی واقع نہیں ہوتا۔

زیر نظر ناول خلیج چار ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کو مزید چھوٹے ابواب میں تقسیم کر کے واقعات کی ترتیب کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ ناول مشرقی پاکستان میں پاک فوج کی 1971ء میں ہونے والی علیحدگی پسندی کی یورش کو کچلنے، مکتی باہنی کی چھاپہ مار کاروائیوں، بھارت کی فوجی حکمت عملی، نیز فوجی کاروائیوں کے واقعات کے تناظر میں انسانی المیوں، فوجی ذہنیت کی مخصوص عکاسی اور محبت و نفرت کے کئی واقعات کا احاطہ کرتا ہے۔

آپ بیتی نما اس ناول کو ایک مرکزی کردار (افضل) کے عمل، رد عمل، فکر اور نفسیات کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ افضل ایک عام سا دیہاتی نوجوان ہے جو لیفٹیننٹ کے عہدے تک جا پہنچتا ہے۔ اسے مشرقی پاکستان میں فوجی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ مغربی پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز اس کے سفر سے کہانی کا آغاز ہوتا ہے۔ جہاز میں اس کی مختلف لوگوں سے اور خاص طور پر ایئر ہوسٹس فاخرہ سے ملاقات اس کے رنگین مزاج اور کمال پسند ہونے کی طرف ابتدا میں ہی واضح اشارہ ہے اور بعد کے واقعات اس مزاج کی تصدیق کر دیتے ہیں۔

ناول کا پہلا حصہ اس مرکزی کردار کی رنگ پور آمد، کرنل بشیر، شہباز اور کیپٹن غفار سے اس کی پیشہ ورانہ امور پر گپ شپ اور منصوبہ بندی کو واضح کرتا ہے۔ اسی پہلے حصے میں دیناج پور اور ٹھاکر گاؤں میں اس کی میجر شاہد اور میجر بلال سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہیں پر میر سدا اور عاشق بھی کہانی میں داخل ہوتے ہیں اور کہانی کے اختتام تک مختلف واقعات کے ساتھ تواتر سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

ناول کے دوسرے باب میں مکتی باہنی کی خفیہ سرگرمیوں اور بھارت کی طرف بارڈر پر ہونے والی گولہ باری اور جوابی کاروائیوں کا تذکرہ ہے۔ افضل اور میجر بلال کی مشترکہ فوجی حکمت عملی اور دونوں کی ذہنی ہم آہنگی اور اختلافات کو بھی اس باب میں بے نقاب کیا گیا ہے۔ پیٹرولنگ سے متعلق چھوٹے چھوٹے حادثات و اقعات بھی اس حصے میں منعکس ہیں۔ پھر نظریاتی طور پر افضل کے کردار میں ہونے والی تبدیلیوں کو مختلف واقعات کے رد عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ افضل کی ذہنی اور فکری کیفیات میں جو اتار چڑھاؤ نمودار ہو رہا ہے، اس کو بھی اس باب میں خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔

> "وہ مشرقی پاکستان میں آنے کے بعد ایک نظری دور سے گزر رہا تھا۔ وہ لوگوں سے باتیں سن رہا تھا۔ ان کے نظریوں کو اپنی سوچ پلڑے پر رکھ کر تولتا آیا تھا لیکن آج وہ اس کے عملی تصادم میں سے گزرا تھا۔ اس اپنے ابتدائی رد عمل پر مایوسی ہوئی لیکن وہ مطمئن بھی تھا، ایک وقت آیا کہ اس نے اپنے حواس پر قابو پالیا۔ آج کی جھڑپ نے اس کی ذہنی جھجک کو ختم کر دیا تھا۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان میں نظر نہ آنے والی لکیر کو دیکھ چکا تھا اور جان گیا تھا کہ آدمی سوچ اور فرض کے درمیان کیسے تقسیم ہو جاتا ہے۔"(1)

ناول کے دوسرے باب میں انسانی خوف اور تشویش کو بہت دقیق نظری سے اجاگر کیا گیا ہے۔ وہ خوف جو نہ صرف فوجیوں اور ان کے اہل خانہ کے سروں پر منڈلا رہا ہے بلکہ مقامی لوگوں کے اندر بھی سرایت کر چکا ہے۔ اس خوف میں دبے ہوئے چہروں کی نفسیات اور حرکات ناول نگار کی توجہ کا خاص مرکز ہیں۔ بالخصوص عورت کی سائیکی میں پایا جانے والا ریپ کا خوف بہت بھیانک نتائج سامنے لاتا ہے۔

> "وہ فائر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہوئے جس گھر میں بھی گیا ایسے ہی ہوا۔ ہر عورت گھر سے نکل بھاگی۔ چند گھروں میں چولھے جل رہے تھے اور ان پر ہنڈیا وغیرہ رکھی تھیں۔ افضل کا خیال تھا، عورتوں کے دل میں یہ خوف بیٹھ چکا ہے کہ فوجی ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اس لیے وہ اپنی عزت بچانے کے لیے جھولے میں پڑے بچے کو بھی چھوڑ جاتی تھیں۔"(2)

ناول کے اس حصے میں ایک دلال مرشد علی جو فوجی چھاؤنیوں میں عورتوں کی فراہمی اور ان سے تعلقات کی استواری کو ممکن بناتا ہے، اچانک آموجود ہوتا ہے۔ کہانی میں ایک ایسے کردار کی ضرورت تھی جو فطری طور پر ابھرے اور کہانی کے کچھ واقعات کو رنگین بنادے۔ مرشد علی اس کردار کو پورا کرتا ہے۔ افضل کی محبت یاسمین بھی اس کردار کی وجہ سے منظر عام پر آئی۔ یہ کردار فوجی سکواڈ کے ہاتھوں اپنی موت تک کہانی کے مختلف واقعات میں دلچسپی اور سنسنی کو قائم رکھتا ہے۔ اس حصے میں غفار کی موت کا المیہ سامنے آتا ہے جو افضل کو کئی دن تک مغموم رکھتا ہے۔ کیپٹن جواد اور میجر مسلم (مقامی باغی کمانڈر) بھی اس حصے میں متحرک طور پر دکھلائے گئے ہیں۔

ناول کے تیسرے اور چوتھے باب میں قاری کی حقیقی توجہ اور دلچسپی مرکزی کردار پر مرکوز ہو جاتی ہے کیوں کہ اس کہانی کا تانا بانا اس مرکزی کردار (افضل) سے وابستہ ہے اور یہ کردار کہانی کے آخری لمحات میں انتہائی سرگرم اور متحرک دکھایا جاتا ہے۔ تیسرے باب میں باغی کیپٹن امین کی چھوٹی بہن یاسمین کے ریپ کا واقعہ پیش آتا ہے۔ اس واقعہ کے ذمہ داران اکبر، گلزار اور صوبے دار الیاس کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے اور سزا دی جاتی ہے۔ افضل کے دل میں ریپ کا شکار ہونے والی خاتون سے ہمدردی محبت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور کہانی کے اختتام تک دونوں کی محبت عروج تک پہنچ جاتی ہے۔ یوں دونوں سقوط کے بعد بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا عہد وپیمان باندھتے ہیں۔

> "تم جانتے ہو کہ محبت سے برتر کوئی جذبہ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ سب صعوبتیں سہہ لوں گی۔ پیر گنج سب سے پہلا آزادی کا نعرہ میں نے بلند کیا تھا۔ اس وقت سب لوگ مجھے بلا رہے ہیں اور میں ان کی نہیں رہی۔
>
> میں جانتا ہوں۔ آج صبح تمھیں گرفتار کیا جا رہا تھا اور میں نے کہا کہ تم میری ہو چکی ہو۔"(3)

فضا میں ہندوستانی فوج کو اٹھائے ہیلی کاپٹروں کی صدا گونجتی ہے۔ کہانی کا یہ اختتامی لمحہ اس وقت جذباتی رنگ اختیار کر لیتا ہے جب افضل رنگ پور سے نکلتے وقت یاسمین کو ساتھ لے جانے سے گریز کرتا ہے اور حالات کے ساز گار ہونے تک یاسمین کو رنگ پور میں ہی رہنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ ناول کا درج ذیل اقتباس نہ صرف کہانی کا اختتام ہے بلکہ اس میں ناول کے نام کی وجہ بھی قاری پر واضح ہو جاتی ہے۔

> "میں آؤں گا۔ یہ خلیج ہم عبور کریں گے اور تمہیں آنندی سناؤں گا۔ افضل یاسمین کو دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔ اس کے کمرے کے پاس ٹرک اور جیپ کھڑی تھی۔ اس نے سکول پر آخری نظر ڈالی۔ اسے دور کہیں سے آسمان کی طرف اٹھتی ہوئی گونج سنائی دی۔ پھر آسمان چھوٹے چھوٹے دھبوں سے بھر گیا۔ یہ ہندوستانی فوج کو اٹھائے ہیلی کاپٹر تھے!"(4)

اس ناول کی وجہ تسمیہ درج بالا اقتباس کا پہلا جملہ ہے تاہم مجموعی طور پر خلیج کا لفظ اس ناول میں تین بار استعمال ہوا۔ جہاں تک ناول کے موضوع کی بات ہے تو ناول نگار نے غیر ضروری جزئیات سے گریز کرتے ہوئے اپنے موضوع پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان میں جو دوریاں رونما ہو چکی تھیں وہ حقیقی تھیں۔ اس میں غیروں کی ستم آرائی سے زیادہ اپنی نالائقیوں، کوتاہیوں، تفاخر اور جبر کی ذہنیت کا عمل دخل زیادہ تھا۔ خالد فتح محمد اس موضوع سے آخر تک جدا نہیں ہوتے۔ مرکزی کردار کے ذریعے تمام حالات و واقعات کے مناظر اس طرح دکھائے جاتے ہیں کہ ناول کی فطری ترتیب متاثر نہیں ہوتی۔

> "ناول کی سب سے بڑی اچھائی یہ ہے کہ یہ اپنے موضوع کی براہ راست خارجی تفصیلوں میں سر کھپانے کی بجائے اپنے مرکزی کردار کے اندر سے باہر کو منظر جھلکاتا ہے اور اس عمل میں خود کو پورا کامیاب پاتا ہے۔"(5)

خلیج" کا پلاٹ سادہ اور واقعات کی ترتیب و تفصیل منطقی ہے۔ ماضی اور حال کے تمام تجربے ایک سادہ بیانیے کے ذریعے عکس ریز ہوتے ہیں اور قاری پلاٹ کی فطری ترتیب کے باعث کسی الجھاؤ کا شکار ہوئے بغیر مسلسل آگے بڑھتا جاتا ہے۔ تمام واقعات آپس میں فطری طور پر مربوط ہیں۔ ناول نگار نے پلاٹ کے واقعات میں فطری بہاؤ اور رفتار کو سست یا تیز کرنے کے لیے کسی جدید تکنیک کا استعمال نہیں کیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ کہانی ایک خاص رفتار کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔ ناول نگار نے حالات و واقعات کی منظر کشی میں بھی ہنر مندی دکھائی ہے۔ پڑھنے والا یہ محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ خود ان تمام مناظر کا حصہ ہے۔ طاہر رسول منظر نگاری کے متعلق رقم طراز ہیں:

> "مصنف کی بنگال کے جغرافیہ، موسم، لوگوں کے مزاج، خوراک و اطوار اور حالات و واقعات سے جان کاری متاثر کن ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ کوئی انگلی سے پکڑ کر آپ کو بنگال لے گیا ہے اور

آپ بنگال کے دیہی و شہری مقامات میں گھوم پھر کر حالات و واقعات کو اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہوتا دیکھ رہے ہیں۔"(6)

بسا اوقات خالد فتح محمد واقعہ کی تصویر کشی میں انسانی داخل میں اتر کر جذبوں کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ مختلف نفسیاتی کیفیات کی تصویر کشی انھوں نے خوب عمدگی سے کی ہے۔

"سپاہی دو نوجوانوں کو پکڑ لایا۔ ان میں سے ایک خوف سے کانپ رہا تھا جب کہ دوسرے کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ لگتا تھا کہ اس نے ہر بات سے سمجھوتا کر لیا تھا اور اب کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ شہباز نے دونوں کے ہاتھوں پر قسمت کی لکیریں دیکھیں اور پھر قدرے حیرت سے سر ہلایا۔"(7)

ناول نگار نے مختلف جذباتی ہیجانات اور لمحات کی عکاسی کی ہے جو بالکل حقیقی معلوم ہوتی ہے۔

"افضل کو یاسمین میں یاسیت نظر آئی۔ اس کی آنکھوں کی چمک میں ایک اداسی در آئی تھی۔ وہ ایسے دیکھتی کہ کوئی چیز پانے کے بعد جیسے اسے گنوا بیٹھی ہو۔"(8)

"خلیج" میں استحصال کی مختلف صورتوں کی عکاسی نہایت عمدہ ہے۔ استحصال کی تصویر کشی آسان نہیں کیونکہ استحصال کے اثرات انسانی جسموں پر ہی نہیں بلکہ زیادہ شدت کے ساتھ انسانی اذہان پر مرتب ہوتے ہیں جب کہ ذہن سے متعلق کرب کو صفحہ قرطاس پر منقش کرنا فنی مہارت اور شعوری تجربے کے بغیر ممکن نہیں لیکن خالد فتح محمد اس فن میں طاق ہیں۔ انھوں نے سیاسی، مذہبی، سماجی اور جنسی استحصال کی جہات کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ انسان کو معاشرے کے ایک فرد کے طور پر جس طرح اپنی حفاظت کی جنگ لڑنی پڑتی ہے اس میں جا بجا اس کی روح زخمی ہوتی ہے۔ اس زخمی روح کی ترجمانی ناول کے علاوہ کسی اور صنف ادب کے میں ایسی وضاحت اور علمیت کے ساتھ نہیں کی جا سکتی۔

"کسی بھی فرد واحد کی انفرادیت اور اس کا وجودی احساس ناول کا اہم موضوع رہے ہیں۔ فرد کی تنہائی کو کسی اور صنف میں اس دردمندی کے ساتھ بیان کرنا شاید ممکن نہ ہو۔"(9)

ناول نگار نے کہانی کی بنت میں المیے کے بیان کو زیادہ لائق توجہ جانا ہے۔ وہ کہانی میں صرف فوجی ذہنیت اور ان سے متعلقہ افراد کے دکھوں کو ہی سامنے نہیں لاتے بلکہ مشرقی پاکستان کے بچوں سے بڑوں تک سب کے دکھوں اور آلام کو محسوس کرتے ہیں۔ ابتدا سے آخر تک کہانی کا ہیرو مظلوموں کی ہمنوائی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ وہ افسران بالا کے احکام کی تعمیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا لیکن اس تمام جنگی ماحول میں اس کا اپنا نقطہ نظر اور فلسفہ حیات کہانی میں تواتر کے ساتھ سامنے آتا رہتا ہے۔ وہ فوجی حکمت عملی اور اس سے جڑی مجبوریوں کو بھی جانتا ہے لیکن یہ بھی سمجھتا ہے کہ مقامی افراد میں جو محرومیاں جنم لے چکی ہیں اور جن کی تلافی کی کوئی

کوشش نہیں ہو رہی بلکہ انتقام کو ہی حتمی حربے کے طور پر آزمایا جا رہا ہے، اس کے لیے زیادہ روح فرسا ہے۔ خالد فتح محمد اس انسانی صورت حال کا غیر معمولی طور پر گہرائی کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیفٹننٹ افضل دراصل خالد فتح محمد کا ہی ایک ہیولا ہے۔ خالد اقبال کے بقول:

"مشرقی بنگال کی اس تحریک کے بارے میں وہ اپنا کوئی نقطہ نظر ضرور رکھتا ہو گا۔ اس نے کسی بھی نظریے کو قاری پر ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ باتوں باتوں میں اس کی تربیت کی ہے کہ وہ بھی اس انسانی المیے کو انسانی المیے کے طور پر سمجھ سکے کہ انسان حالات کے جبر کے ہاتھوں کس قدر مجبور اور لاچار ہوتا ہے۔"(10)

انسانی کرب و تکالیف اور ناول کی دیگر جہات کو اجاگر کرنے کے لیے ناول نگار کا اسلوب بیان رواں، آسان اور قابل فہم ہے۔ کہیں بھی خواہ مخواہ کی عبارت آرائی اور الفاظ کے ذریعے رنگین بیانی کی دانستہ کاوش نہیں کی گئی حتیٰ کہ جذباتی مناظر کے بیان میں بھی انھوں نے واقعات کو پورٹریٹ کرنے کو زیادہ اہم جانا ہے۔ خالد فتح محمد اسلوب بیان سے زیادہ واقعات کی حقیقت سے متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "جنگ اور تشدد کے ماحول میں پلتے انسانی جذبوں کو خوبصورت اور تخلیقی انداز میں پیش کیا گیا۔"(11)

"خلیج" کے مکالمے بے ساختہ اور بے تکلفی کی فضا سے بھرپور ہیں۔ خاص طور پر افضل اور یاسمین کی گفتگو بالکل فطری ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں مطالب کو بیان کیا گیا ہے۔

"افضل نے یاسمین کو اٹھ کر پیالہ پیش کیا۔

ہنسے کیوں تھے؟

رنگ پور میں مارا جانے والا ایک دوست یاد آ گیا تھا۔ اگر وہ ہماری جگہ ہوتا تو اس نے بھی اسی طرح ہنسنا تھا۔ میں نے اس کی نقل کی ہے۔

جمعدار کیوں آیا تھا۔؟ یاسمین کی آواز میں خوف اور جھجک تھی۔ افضل نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا

۔

بتانے آیا تھا کہ مرشد علی پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے۔

تمہارا حکم تو نہیں تھا؟

میں نے اسے گرفتار کرنے کا کہا تھا۔

فوجیوں کا کیا بنا تھا؟

دونوں کو سزا ہو گئی تھی۔"(11)

عطاء الرحمن ان کے نثری اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ان کے گھر میں صاف اور شستہ اور رواں اردو بولی جاتی تھی۔ پھر انھوں نے دادی جان سے دیو مالائی کہانیاں بھی سنی تھیں۔ وہ سارا لب و لہجہ ان کے شعور اور لاشعور کا حصہ بن گیا۔ ان کے آٹھ ناولوں میں الگ الگ ذائقہ ہے، خوشبو ہے، موضوعاتی تنوع ہے، لسانی دائرے ہیں۔ گوجرانوالہ کے پہلوانوں کے لہجے کی گھن گرج بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ عام مزدور، پھل فروش، چائے والے کے کھوکھے کا لہجہ بھی دودھ پتی کے ذائقے کا احساس دلاتا ہے۔ نسوانی لہجہ بھی اپنی جانب متوجہ کرتا ہے۔ اگر جنگ و جدل کی بات کرتے ہیں تو توپ و تفنگ بن جاتے ہیں۔ عوامی مسائل کی بات کرتے ہیں تو ان کی زبان بن جاتے ہیں۔ گویا قاری کو تعلق کسی بھی طبقے سے ہو، اسے ان کے ناول پڑھتے ہوئے اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔"(12)

"خلیج" میں بھی ناول نگار نے ہر طبقے اور عہدے کی زبان برتی ہے۔ زبان کے برتاؤ میں انھوں نے نفسیاتی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا ہے۔ کوئی کردار جس طرح کی ذہنی کیفیات سے گزر رہا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کے ہاں جس طرح کا نقطہ نظر پیدا ہو چکا ہے وہ اس کی مناسبت سے اسے زبان عطا کرتے ہیں۔ مثلاً کیپٹن غفار اور افضل کی ملاقات میں افضل کا مشرقی پاکستان کے لوگوں کے متعلق استفسار کیپٹن غفار کے باطن اول ذہن کی گرہیں کھول دیتا ہے۔ کیپٹن غفار کی باتیں انکشاف کی صورت میں افضل پر وارد ہوتی ہیں اور یہی انکشاف قاری کو بھی استعجاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگرچہ مشرقی پاکستان کی صورت حال سب پر واضح ہے لیکن زبان کے خاص برتاؤ نے انکشافی صورت حال پیدا کر دی ہے۔

"سر مشرقی پاکستان کے لوگوں کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟

سچ پوچھتے ہو؟

سر! کیپٹن غفار خاموش ہو گیا۔ افضل اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتے ہوئے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ افضل کو لگا کیپٹن غفار کچھ نہیں سوچ رہا، وہ اس کے ذہن سے اپنے سوال کا جواب چھینی سے کھرچ رہا ہے اور اسے سوچنے کی بجائے کھرچی ہوئی جگہوں کو انگلیوں سے محسوس کرنے کی ضرورت تھی تا کہ یہ بات کھل کر باہر آجائے۔

"یہ اچھے لوگ نہیں"

کیسے؟

دیکھو! ان لوگوں کی سرشت میں نافرمانی، ہنگامہ آرائی اور خود غرضی ہے۔ یہ خصوصیات اکٹھا کر دی جائیں تو شک اور خوف ایک گھناؤنی شکل میں ڈھل کر بزدلی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ بزدل ہیں اور ان کے اندر صدیوں کا خوف چھپا بیٹھا ہے۔"(13)

- جہاں تک کردار نگاری کا ذکر ہے تو خالد فتح محمد نے خلیج میں گنے چنے کرداروں سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہانی رواں اور پیغام واضح اور کرداروں میں تحرک نمایاں ہے۔ انھوں نے ہر کردار کو مخصوص صفات، پیغام اور تاثر سے واضح کر کے کہانی میں اس کے وجود کو لازمی امر کے طور پر برقرار رکھا۔
- افضل ایک دیسی فضا کا پروردہ ہے لیکن فوج میں ایک بڑے منصب تک جا پہنچتا ہے جہاں پیشہ ورانہ مجبوریاں اور اس کی نیک فطری باہم متصادم ہو جاتی ہیں۔ وہ کشمکش کے عمل سے گزرتا ہے لیکن اس کی نیک فطرت مذموم جذبے پر غالب آ کر رہتی ہے۔ عورت سے اس کی دلچسپی ہوائی سفر کے دوران ہی دکھادی جاتی ہے اور کہانی کے اختتام تک عورت کے لیے اس کے دل میں احترام اور مقام کی بے پناہ وسعت دکھائی جاتی ہے۔ یاسمین سے اس کی محبت ایک حادثے کے نتیجے میں قائم ہوئی۔ ریپ کے روح فرسا حادثے نے یاسمین کو جس کرب سے گزارا تھا اس کی تلافی افضل کی محبت اور توجہ نے کر دی یاسمین سے افضل کی محبت اس کے کردار کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے کیوں کہ ریپ سے متاثرہ عورت کو اپنانا آسان نہیں۔ اس ضمن میں بے شمار اندیشے پیدا ہوتے ہیں لیکن افضل کے اخلاص میں فرق واقع نہیں ہوتا۔ افضل کے کردار میں کسی حد تک ے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ارتقا بہت کم ہے۔ خالد فتح محمد اس کردار کے ذریعے مشرقی پاکستان کے تمام حالات دکھانا چاہتے تھے۔ لہٰذا اس کردار میں منصفانہ غیر جانبداری ضروری تھی۔ اگر اس کی پیشہ ورانہ ہمدردیاں اپنے ادارے کے ساتھ ہیں لیکن وہ کسی انسانی المیے کو برداشت نہیں کرتا۔ ریپ کرنے والے تین کرداروں کو سزا دینا اور پھر مرشد علی کی سکواڈ کے ہاتھوں موت کسی انتقامی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کردار کی منصفانہ سوچ کو واضح کرتا ہے۔ یہ کردار کیونکہ شروع ہی سے نیک نیتی کے راستے پر گامزن تھا لہٰذا اختتام تک اس کی نیک سیرت رویے میں کچھ فرق نہیں آتا اور وہ یکسانیت کی فضا میں ہی رہتا ہے۔
- افضل کا کردار ایک ہیرو کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کا دامن وسیع، سوچ مثبت اور کشادہ ہے۔ یہ کسی طرح کی تنگ نظری اور انتقامی سوچ کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ غفار کی موت پر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا رواں ہو جانا اس کی بے مثل انسان دوستی کا ثبوت ہے جو کسی غرض کے بغیر انسانوں سے محبت کرتا ہے۔ رشتے استوار کرتا ہے اور پھر ان کو نبھانے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔
- ناول کی ہیروئن یاسمین کے کردار میں سب سے زیادہ ارتقا دکھایا گیا ہے۔ جس کا بھائی مکتی باہنی کے لیے کام کرتا ہے۔ یاسمین بھی ابتدا میں علیحدگی پسندوں کی حمایتی دکھائی دیتی ہے، ریپ کا نشانہ بنتی ہے لیکن بالآخر افضل کی محبت اسے فتح کر لیتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ خالد فتح محمد، خلیج (لاہور: جمہوری پبلی کیشنز، 2015ء) ص 72

2۔ ایضاً، ص 76

3۔ ایضاً، ص 185

4۔ ایضاً، ص 185

5۔ اظہر حسین، خالد فتح محمد کا فکشن، مشمولہ: ادبیات (خصوصی شمارہ) جلد دوم، شمارہ نمبر 123-124 (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان) ص 131

6۔ http://www.humsub.com.pu/279/50/tahir-rasool-3/dated 18 feb 2023

7۔ آصف فرخی، ڈاکٹر، ناول اور ہمارے سماجی و تہذیبی رویے، مشمولہ: ادبیات (خصوصی نمبر) شمارہ نمبر 121-22، جولائی، 2019ء، ص 29

8۔ http://www.ilmoadabpublisher.com dated 19Feb 2023 time 1:42pm
ناول خلیج، تبصرہ نگار، عمران شاہد

9۔ خلیج، ص 159

10۔ عطاءالرحمٰن میو، ڈاکٹر، میجر (ر) خالد فتح محمد کی ناول نگاری مشمولہ: نور تحقیق، جلد 3، شمارہ 11 (لاہور: شعبہ اردو گیریژن یونیورسٹی) ص 241

11۔ خلیج، ص 46

12۔ خلیج، ص 82

13۔ ایضاً، ص 16